

اندوختہ زیست
سیّدہ لبنیٰ بینش
اندوختہ زیست
سیّدہ لبنیٰ بینش
غزل بے قافیہ!
اہل بینش ہے زمانے میں نہ ہر سو کوئی
یہ تو ہیرا ہے زمانے سے ہی عنقا کوئی
اس کی قیمت کا ہے کچھ فہم نہ ادراک تجھے
اتنا ارزاں نہ سمجھ نقدِ دل وجاں کوئی؟
تیرے قدموں میں گرا ہے جو یہ نادانی میں
تو نے سمجھا کہ نہیں مول ہے اس کا کوئی؟
تیری ٹھوکر سے ہوا ٹوٹ کے ٹکڑے ٹکڑے
اس کا ذرہ بھی بہت بیش بہا ہے کوئی
ہاتھ سے وقت نکل جائے جو اک بار تو پھر
کیا پلٹ آتی اس جیسی بھی ساعت کوئی؟
☆☆☆
اندوختہ زیست جو کھولا تو یہ دیکھا
ناسور سبھی دل کے مرے رسنے لگے ہیں
(سیّدہ لبنیٰ بینش)
○
سوکھے پتوں کو بھی چپ چاپ ہی جھڑتے دیکھا
پیرہن پیڑ کو اکثر ہی بدلتے دیکھا
لوگ فنکار ہیں سو رنگ چڑھا لیتے ہیں
ہم نے بارش میں ہر اک رنگ اترتے دیکھا
کون جانے یہ کہاں تک ہی نبھا پائیں گے
شام سے پہلے ہی سورج کو ہے ڈھلتے دیکھا
کوئی تو بات بہت خاص رہی ہے مجھ میں
چھوڑنے والے تجھے ہاتھ ہی ملتے دیکھا
وقت پڑنے پہ ہی یاروں کی پرکھ ہوتی ہے
تیرگی میں تو سدا سائے کو چھپتے دیکھا
کوئی امید کسی سے نہیں باقی لبنیٰ
جب سے لوگوں کے چھپے رنگ کو کھلتے دیکھا
☆☆☆

# اندوختۂ زیست

سیّدہ لبنیٰ بینش

# انتساب

ان بیدادگروں کے نام جن کی ٹھوکروں نے قوتِ تخلیق بخشی

| | | |
|---|---|---|
| شاعرہ | : | سیدہ لبنیٰ بینش |
| آغاز شاعری | : | ۱۹۹۷ |
| تعلیم | : | بی اے آنرز (ابلاغ عامہ، جناح یونی ورسٹی برائے خواتین) |
| ایم اے اردو | : | جامعہ کراچی |
| سن اشاعت | : | دسمبر، ۲۰۲۵ |
| تعداد | : | ۵۰۰ |
| پروف ریڈنگ | : | فاطمہ حامد |
| کمپوزنگ | : | محمد محبّ سلطانی |
| ISBN.No | : | 978-627-7980-00-9 |
| ناشر | : | کتاب مرکز F.45 گلشن اردو بازار، کراچی |

# فہرست کلام

نظمیں

# لبنیٰ بینش کی شعری دانش!

شاعری انسان کی مادری زبان کی طرح ہوتی ہے۔ احساس کی شدت اور جبرِ اندروں سے جب دل پر اظہار کے لیے بوجھ ہوتا ہے تو ہر انسان کچھ نہ کچھ شعر کہنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ الگ بات کہ ہر انسان شاعری نہیں کرسکتا۔ شاعری کے لیے طبعِ موزوں ، مشاہدہ، مطالعہ اور زندگی کے تلخ و شیریں تجربات کی یاد داشتوں کا ذخیرہ ہونا چاہیے۔

احساس کی لہروں کو لفظوں میں قید کرنے اور ان میں اسلوبی لطافت پیدا کرنے سے اچھی شاعری وجود میں آتی ہے۔ مشق اور زبان و بیان کی حسن آفریں پہچان سے فن نکھرتا ہے۔ لبنیٰ بینش کی شاعری میں ان کی زندگی کے تلخ تجربات کا عکس بڑا واضح ہے۔ شدتِ احساس اور سوچنے والے ذہن کی بدولت انھیں شاعری کا سلیقہ میسر ہوگیا ہے۔ ان کی غزلوں اور نظموں میں قوافی کا روایتی التزام نہیں ہے لیکن انھوں نے ہر شعری نقش میں ، ذاتی حسیت کا ہیولیٰ بنا دیا ہے۔

لبنیٰ بینش کی غزلوں اور نظموں میں نسائی حسیت (femininesensibility) نمایاں ہے۔ لیکن ان کی نسائی حسیت مشرقی عورت کی حسیت ہے۔ لبنیٰ بینش بلاشبہ مرد کے تسلط (Man chauvinism) کی مثبت انداز میں تنقید کرنے والی ناقد ہیں۔ ان کی شاعری میں ماضی کی یادداشتوں کی بازگشت ہے۔

حقیقی رشتوں کی انسیت کا جذبہ، ان کے شعری متن کو زندگی کے حقیقی منظر نامے کا حصہ بناتا ہے۔ ارسطو نے جس ''تنقیہ ٔنفس'' (catharsis) کی نشاندہی کی تھی، اس کا عملی اظہار لبنیٰ بینش کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے لبنیٰ بینش نے اپنے جذبوں کے اظہار کے لیے اقبال کی اس نصیحت پر عمل کیا ہے............

سحر در شاخسارے بوستانے
چہ خوش می گفت مُرغِ نغمہ خوانے
برآور ہر چہ اندر سینہ داری
سرودے نالہء آہے، فغانے
(صبح سویرے، ایک باغ کی ٹہنی پر بیٹھے خوش الحان پرندے نے مجھ سے کہا......
جو کچھ تیرے سینے میں ہے [چاہے] وہ نغمہ ہو، نالہ ہو، یا فریاد ہو......
اسے باہر لے آ)

.................اور اس طرح اُن کا بیانیہ سچے جذبوں کا عکاس بن گیا۔

''اندوختہ''، لبنٰی بینش کا پہلا شعری مجموعہ ہے۔ آغازِ سخن سے امید بندھتی ہے کہ ان کا اگلا قدم شعری آفاق کے پرے بھی پڑ سکتا ہے۔

میں اس شعری مجموعے کی اشاعت پر انھیں مبارکباد دیتا ہوں۔

ڈاکٹر عزیز احسن
بدھ: ۲۱/ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ
مطابق: ۱۵/اکتوبر ۲۰۲۵ء

## چند تاثرات

یہ امر باعث مسرت ہے کہ نئے عہد کی خواتین تعلیم اور اپنی عملی اور تخلیقی صلاحیتوں کے استعمال کی طرف مائل ہو رہی ہیں اسی قبیل کی ایک فرد سیدہ لبنیٰ بینش ہیں۔ انھوں نے جامعہ کراچی سے اردو ادب میں ایم۔ اے کیا ہے، شعر و ادب کی جانب مائل ہیں اور خود بھی شعر کہتی ہیں، خوشی کی بات یہ ہے کہ ان کا پہلا شعری مجموعہ اندوختۂ زیست زیورِ طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے، لبنیٰ نے ۱۹۹۷ میں شعر گوئی کا آغاز کیا، اس مجموعے میں ان کی نظمیں اور غزلیں شامل ہیں، ہر انسان کی زندگی تجربات و حوادث کا مجموعہ ہوتی ہے، اگر وہ تخلیقی فنکار ہے تو ان تجربات و حوادث کو وہ جمالیات میں ڈھال دیتا ہے یہی کام لبنیٰ نے خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔

فیض احمد فیض نے کہا تھا۔

جو عمر سے ہم نے بھر پایا
سب سامنے لائے دیتے ہیں

لبنیٰ کا تجزیہ یہ ہے

اندوختہ زیست جو کھولا تو یہ دیکھا
ناسور سبھی دل کے مرے رسنے لگے ہیں

اپنے سن و سال کے مطابق حسیاتی اور جذباتی تجربات لکھنے کے ساتھ ساتھ پدرسری معاشرے میں رہ کر خود کو منوانے کا عزم بھی جا بجا ملتا ہے۔ مجموعی طور پر سیدہ لبنیٰ بینش کا اندوختۂ زیست موجودگی ادبی ماحول میں ایک خوش گوار اضافہ ہے۔ میں ان کے بہتر مستقبل کے لئے دعا گو ہوں۔

پروفیسر سحر انصاری
۲ نومبر ۲۰۲۵

## پیش لفظ

اندوختہ زیست میرا پہلا شعری مجموعہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے منظر عام پر آنے کا شاید میں نے کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا۔ یہ نظمیں اور غزلیں میرے ان ذاتی جذبات اور احساسات کی غماز ہیں جن کا اظہار آج سے پہلے صرف میری ذاتی خلوت تک محدود تھا۔ اس بات کا ادراک نہ تھا کہ کبھی یہ اندوختہ کتابی شکل میں منظر عام پر بھی آئے گا۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ میرے لئے شاعری کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ درونِ ذات کی کیفیات رمز و ایما کے پیرائے میں بزبانِ قلم بیان کی جائیں یعنی، اپنے جذبات اور احساسات کو قوت گویائی دے دی جائے، وہ جذبات جو انسان کے دل میں شورش برپا کرتے ہیں، اسے بے چین کیے دیتے ہیں شعر گوئی کی صورت میں اندر کی یہ گھٹن کچھ حد تک کم کی جا سکتی ہے اسے نفسیات کی زبان میں کتھارسس بھی کہتے ہیں کیونکہ اگر ان جذبات کو کوئی outlet خارجی راستہ نہ ملے تو یہ انسان کو اندر ہی اندر کھانے لگتے ہیں جس طرح بارش سے پہلے حبس کی کیفیت ہوتی ہے بالکل اسی مانند جذبات کو بھی اگر ذریعہ اظہار نہ ملے تو درونِ دل ایک حبس کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس کا بوجھ انسان کو بے چین کئے دیتا ہے اس بوجھ کو کم کرنے کے لیے ہر شخص کے پاس اپنا اپنا ذریعہ ہوتا ہے شاعر اس کا اظہار ان خوبصورت الفاظ کی شکل میں کرتا ہے جنہیں علم عروض کی رو سے شاعری کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ مجموعہ کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اندوختہ زیست میری جذباتی زندگی کی جمع پونجی ہے ۔واردات قلبی سے لے کر درجہ بہ درجہ زندگی کی تمام بے التفاتیوں کو میں نے ایک کتابی شکل دے دی ہے۔ یہ الفاظ بالکل ایک خام جذبہ(raw emotions) ہیں تصنع اور ملاوٹ سے پاک اسی لئے مجھے امید ہے کہ اس کلام کو پڑھ کر حساس دل لوگ یہ محسوس کر سکیں گے کہ یہ کیفیت کبھی نہ کبھی ان پر بھی بیتی ہوگی اور زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر انہوں نے بھی اس کا مشاہدہ ضرور کیا ہوگا۔ ہر چند کے کچھ لوگ اس کلام کو جذبات کا بے

باک اور سفاک اظہار بھی کہہ سکتے ہیں مگر میرا ماننا یہ ہے کہ حقیقت خواہ کتنی ہی تلخ اور بے رحم کیوں نہ ہوایک بار دل کو جھنجھوڑتی ضرور ہے۔

حساس دل انسان ہونا شاید اس زندگی کا سب سے بڑا امتحان ہے اور اس کے ساتھ ذہانت ایک مزید آزمائش، لوگوں کے رویوں کو محسوس کرنا، زندگی کو تمام تر نامہربانیوں کے ساتھ قبول کرنا اور جینے کی خاطر زہر پینا کوئی آسان کام نہیں اس امر کے لیے بہت مضبوط اعصاب اور ناقابل شکست ہمت درکار ہوتی ہے اور اس پر مستزاد عورت ہو کر بہ بانگ دہل اپنے جذبات کے اظہار کے لئے یقیناً بہت بڑا جگرا بھی چاہیے ہوتا ہے کیونکہ ایسی عورت کو یہ معاشرہ پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا جس کی کوئی سوچ ہو جو ناانصافیوں پر سوال کرنا جانتی ہو خصوصاً پدرسری معاشرے میں جہاں عورت کی لب کشائی کو بغاوت اور مردوں کی غیرت پر ایک تازیانہ سمجھا جاتا ہے۔

اس ضمن میں میں محترمہ زاہدہ حنا کی سوچ سے صد فی صد اتفاق کرتی ہوں وہ کہتی ہیں کہ "عورت ہونا، کہانیاں لکھنا، اختلاف کرنا ہمارے معاشرے کی تین خرابیاں ہیں اور میں ان کی کا مجموعہ ہوں۔اس لئے بہت کج مج ہوں، بہت بے ڈھب ہوں مجھے اپنے بارے میں نہ کوئی خوش فہمی ہے اور نہ کوئی دعویٰ ہے۔جیسے سوئی کی نوک سے گوشت میں اتری ہوئی پھانس نکالی جاتی ہے اور پھر سکھ کا سانس لیا جاتا ہے ویسے ہی میں نے اپنے ضمیر اور شعور میں چبھی ہوئی پھانس کو قلم کی نوک سے نکال کر ورق پر رکھ دیا ہیاب اگر آپ کو چبھنے لگیں تو اس میں میرا کوئی دوش نہیں۔

اس کتاب کی طباعت کے ضمن میں محترم عزیز احسن صاحب کی خصوصی طور پر ممنون ومشکور ہوں کہ جن کی ماہرانہ اصلاح اور رہنمائی کے بغیر اس کتاب کی اشاعت شاید ممکن نہ تھی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کا سایہ ہمارے سروں پر رکھے، آمین۔ڈاکٹر عزیز احسن صاحب تک میری رسائی برادر عزیزی فرہاد فریدی کی وساطت سے ممکن ہوسکی ہے۔جس کے لیے میں ان کی انتہائی شکر گزار ہوں۔

میں پروفیسر سحر انصاری صاحب کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جنھوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے چند لمحات نکال کر میری شاعری پر اپنے تاثرات پیش کیے۔

لبنیٰ بینش
۱۶ اکتوبر ۲۰۲۵
گلشنِ اقبال کراچی

# غزلیں

O

ہم کبھی اس کی محبت میں گرفتار بھی تھے
یعنی پورے نہ سہی کچھ تو اداکار بھی تھے

چار دن کی ہی سہی پھر بھی رفاقت تو رہی
بھولنے والے کبھی تم تو طلب گار بھی تھے

خامُشی اپنی تھی عکاس ادب کی ورنہ
جانتے تم بھی ہو، ہم صاحبِ گفتار بھی تھے

اِس تعلق میں دیانت تو دِکھائی ہوتی
در گزر کرتے کہ تم صاحبِ کردار بھی تھے

تو نے مہلت ہی نہ دی ورنہ پرکھتے ہم بھی
دل جسے سونپتے اس کے لیے معیار بھی تھے

کوئی بھی شخص زمانے میں وفادار نہیں
جن کا اخلاص تھا ظاہر وہ ریاکار بھی تھے

ایسے سادہ تھی کہ ہر شخص کو اپنا سمجھا
خود مرے مدِّ مقابل مرے دلدار بھی تھے

جو بظاہر تھے بڑے عجز کے پیکر وہ بھی
آزمانے پہ کھلا خوگرِ پندار بھی تھے

تم نے پوچھا نہ کبھی مجھ سے کہ دل میں کیا ہے
ورنہ افکار مرے لائقِ اظہار بھی تھے

O

آنکھوں میں چھپے خواب بھی اب چبھنے لگے ہیں
اور دشتِ جنوں خیز میں ہم تھکنے لگے ہیں

اندوختۂ زیست جو کھولا تو یہ دیکھا
ناسور سبھی دل کے مرے رسنے لگے ہیں

پوچھو نہ کوئی حال مری وحشتِ جاں کا
دیوانے بھی حالت سے مری ڈرنے لگے ہیں

آنکھوں سے برستے ہیں یونہی اشک مسلسل
پلکوں پہ جلے دیپ بھی اب بجھنے لگے ہیں

تنہائی میں یادوں کی کسک ساتھ ہے اپنے
انجان سی راہوں پہ سفر کرنے لگے ہیں

لیلٰی یہ کہاں وحشتِ دل لائی ہے مجھ کو
پتھر ہی ہراک سمت سے یاں پڑنے لگے ہیں

()

وقتِ رخصت پہ میرے قریب آ گیا
جاں نکلنے لگی تو طبیب آ گیا

عمر بھر ہم رہے منتظر ، شکر ہے
وقت آخر سہی پر حبیب آ گیا

میں تو منزل سے بس دو قدم دور تھی
بیچ میں بس اچانک نصیب آ گیا

عمر بھر ہی خوشی کو ترستی رہی
زیست کی شکل میں پھر رقیب آ گیا

از سرِ نو سفر مجھ کو کرنا پڑا
موڑ دیکھو یہ کیسا عجیب آ گیا

O

ذرا دوا کا ہوا ہی نہیں اثر مجھ پر
جدائیوں کا کھلا تھا عجیب در مجھ پر

نجانے کتنے یہ اب اور امتحاں لے گی
شبِ سیاہ کی صورت رہی سحر مجھ پر

ہر ایک وار ہی قسمت کا سہہ گئی میں تو
نہ برق بن کے گری کوئی بھی خبر مجھ پر

ترے خلاف یہ دل ہو سکا نہیں اب تک
یہ تیرے سحر نے کیسا کیا اثر مجھے پر

میں خامشی سے نکل آئی تیری دنیا سے
یہ اور بات کہ بھاری رہا سفر مجھ پر

()

شبِ فرقت چراغوں کو جلانے کون آئے گا
اندھیرے میں مجھے رستہ دکھانے کون آئے گا

جدائی میں تری، دل نے یہ مجھ سے بارہا پوچھا
تری مانند اب مجھ کو منانے کون آئے گا

زمانے کے حوادث نے جلا ڈالا ہے خرمن کو
لگی جو آگ ہے دل میں بجھانے کون آئے گا

تمھارے بعد اس دل میں فقط اب بے قراری ہے
مری آنکھوں کو پھر سپنے دکھانے کون آئے گا

ذرا سی چوٹ پر آنکھیں مری پہروں برستی ہیں
اب آنکھوں سے اِن اشکوں کو چرانے کون آئے گا

O

زیست کی دھوپ میں ہم جھلستے رہے
ہاں مسلسل قدم پھر بھی بڑھتے رہے

چاند بھی تھک کے بدلی میں چھپنے لگا
آسماں پر ستارے چمکتے رہے

بزم میں ہونٹ میرے سلے تھے مگر
اشک آنکھوں سے خود ہی چھلکتے رہے

رہ گزر بھی کٹھن اور دشوار تھی
پھر بھی منزل کی خاطر بھٹکتے رہے

تجھ سے ملنے کی حسرت لیے دل میں ہم
مدتوں رہ گزر ہی کو تکتے رہے

()

کوئی مونس نہیں کوئی ہمدم نہیں
دل کے زخموں کا کوئی بھی مرہم نہیں

دل شکستہ ہے آنکھیں لہو رنگ ہیں
سانحے پر کوئی آنکھ پُر نم نہیں

دکھ سے آنکھیں گلوں کی بھی بنجر ہوئیں
صبح دم پنکھڑی پر بھی شبنم نہیں

تم پہ الزامِ الفت نہ آئے کبھی
میں ہوں مجرم ، مگر مجھ کو کچھ غم نہیں

مدتیں ہوگئیں راہ تکتے ہوئے
آس کی آنچ اب تک بھی مدھم نہیں

O

زندگی کی شام ہے اور دھوپ بھی ڈھلنے کو ہے
منکشف مجھ پر بھی کوئی راز اب ہونے کو ہے

رات کی تاریکیاں ہیں اور فلک خاموش ہے
نیند کو ترسا ہوا شاید کوئی سونے کو ہے

عمر گزری بس تری ہی جستجو کرتے ہوئے
وقت بھی شاید کہ دل کے زخم اب دھونے کو ہے

ہنس رہے ہیں گو سرِ محفل کئی فرقت زدہ
آنکھ سے چھپتا نہیں ہے زخم جو سینے میں ہے

بعد اک مدت کھلا یہ راز مجھ پر بھی، کہ ہاں
مسکرانے میں وہی ہے کرب جو رونے میں ہے

قدر میری اس قدر باقی ہے دنیا میں تری
جیسے کمرے میں پڑی بیکار شے کونے میں ہے

()

موسمِ غم بھی تو ہجرت کرتے
واقعی تم جو محبت کرتے

درمیاں کوئی بھی دیوار نہ تھی
تم جو سچائی سے الفت کرتے

مدتوں بعد اس کو دیکھا تھا
ہائے ہم کیسے نہ حسرت کرتے

راہ آساں بھی تو ہو سکتی تھی
تم جو تھوڑی سی بھی زحمت کرتے

نت نیا نقص نکل آتا ہے
تھک گئے ہم تو مرمت کرتے

صبر کی راہ پہ ہم چل نکلے
کیا کسی بات پہ حجت کرتے

ہر قدم زیست تھکاتی ہی رہی
کس نئی بات پہ حیرت کرتے

خواہ سچائی بھیانک ہوتی
ہم ترے سچ کی تو عزت کرتے

()

میں اب تنہا ہی رہنا چاہتی ہوں
اکیلی زیست کرنا چاہتی ہوں

اکیلے پن میں کیسی سر خوشی ہے
میں کچھ پل کو ٹھہرنا چاہتی ہوں

یہ میری زندگی ہے ، اب اسے میں
نئی صورت برتنا چاہتی ہوں

بہت دن سے جو طائر ہے قفس میں
اسے آزاد کرنا چاہتی ہوں

بھنور میں ڈوبتی کشتی کی صورت
میں لہروں سے ابھرنا چاہتی ہوں

وہ رشتے جو مرے اپنے نہیں ہیں
میں ان سے بھی مکرنا چاہتی ہوں

بہت مضبوط ہوں باہر سے لیکن
میں اندر سے پگھلنا چاہتی ہوں

میں سارے خوف پیچھے چھوڑ آئی
مگر اس دل سے ڈرنا چاہتی ہوں

()

جس سے بھی زندگی میں مراسم بڑھائے ہیں
پھر اس کی قربتوں ہی کے صدمے اٹھائے ہیں

ہر شخص اس جہان میں ہے خود غرض مگر
سادہ دلوں کو زیست نے کب گُن سکھائے ہیں

اب عمر ڈھل چکی ہے پہ بدلا نہیں چلن
خود کو بھلا کے دوسروں پہ سکھ لٹائے ہیں

اپنی شناخت مہر و وفا سادگی رہی
تا عمر اس مزاج نے پتھر ہی کھائے ہیں

لبنیٰ یہ کس جہان میں بھیجا گیا مجھے
پھولوں کو بانٹ کر بھی سدا خار پائے ہیں

()

ہر طرف خاموشیاں ہیں واہموں کے سائے ہیں
امتحانِ عشق میں ہر بار ہی گھبرائے ہیں

کچھ نہیں حاصل ہمیں اشکِ ندامت کے سوا
مان کر دل کا کہا ہم آج بھی پچھتائے ہیں

توڑ کر عہد وفا جو اجنبی سا ہو گیا
زخم یہ دل نے اسی کی چاہتوں میں پائے ہیں

گو بہ ظاہر کر دیا ہم کو زمانے نے جدا
خواب میں لیکن ہمیں وہ روز ملنے آئے ہیں

اب کوئی دستک نہیں مانوس سی آہٹ نہیں
شہرِ الفت میں بھی اب تو ارد موسم آئے ہیں

()

انا پرست ہے مجھ کو کہاں منائے گا
وہ اپنے ہاتھ سے اک دن مجھے گنوائے گا

زمانہ فرصت ِیاد آوری کہاں دے گا
بہل ہی جائے گا آخر تجھے بھلائے گا

ہمارا لہجہ بہت تلخ ہے یہی سچ ہے
پیا ہے زہر، اثر کچھ تو اس کا آئے گا

بہت ہی سوز ہے آنکھوں میں کرب باتوں میں
سبب نہ جاننا تجھ کو بہت رلائے گا

ہمارا ساتھ ہو کتنا ہی مختصر لیکن
تمام عمر یہی ساتھ یاد آئے گا

O

وہ لمحہ آنکھ میں ٹھہرا ہوا ہے
اسی کے غم سے دل صحرا ہوا ہے

تری بے التفاتی کے سبب ہی
ہرا تھا زخم جو گہرا ہوا ہے

نجانے اور کیا دکھلائے الفت
مرا دل خوف سے سہما ہوا ہے

صدا میری کوئی سنتا نہیں ہے
یہ سارا جگ ہی کیا بہرا ہوا ہے

نہیں دریا کنارے شور کوئی
یہ کیوں ساکن ہے اور ٹھہرا ہوا ہے

O

نہیں تھی قدر اسے جب میں دستیاب رہا
وہ میرے بعد شکارِ صد اضطراب رہا

میں اس کو بھول چکا ہوں مگر نجانے کیوں
تمام عمر مرے ساتھ اس کا خواب رہا

خوشی کی چاہ میں ہر سمت ہی گئے لیکن
کتاب زیست میں شامل غموں کا باب رہا

جدائیوں کے سبھی فیصلے اسی کے تھے
مرے سوال پہ اکثر وہ لاجواب رہا

انا پرست کو احساس ہو سکا نہ کبھی
ہمارا پیار ہمیشہ ہی بے حساب رہا

جدا ہوئے تو کہاں نیند مجھ کو آئے گی
تمام رات جو کھڑکی پہ ماہتاب رہا

نمی سی آنکھ میں رہتی ہے ہر گھڑی اب تو
کسے بتاؤں غلط میرا انتخاب رہا

ہر ایک جرم مرے نام لکھ دیا اس نے
مری خموشی میں شامل مگر حجاب رہا

()

نہیں کسی کا مجھے کوئی انتظار نہیں
کئی دنوں سے مرا دل بھی بیقرار نہیں

کوئی بھی وار ہو قسمت کا سب قبول مجھے
رہِ حیات سے مجھ کو کوئی فرار نہیں

یہ رتجگے تو مری زندگی کا حاصل ہیں
نہیں ہے آنکھ میں نیندوں کا اب خمار نہیں

یہ شاعری تو فقط شوق ہے مرا یوں ہی
بہت سے درد ہیں جن کا کوئی شمار نہیں

خلوص و مہر کی دولت لُٹاکے کیا لوگے؟
غموں کی دُھند میں کوئی بھی غم گسار نہیں

O

کہانی کوئی بھی ہو آخرش انجام ہوتا ہے
مسافت جس قدر بھی ہو مگر اتمام ہوتا ہے

دکھوں کی رات کتنی بھی اندھیری اور بھاری ہو
اُجالوں کا امیدِ صبح میں پیغام ہوتا ہے

نہ ظاہر کو پرکھنا تم بظاہر سب ہی اچھا ہے
کہ سادہ لفظ کے معنی میں بھی ابہام ہوتا ہے

دروغ و کذب کی بستی میں حکمت کی ضرورت ہے
کہ سچ کہنا ہمیشہ باعثِ دشنام ہوتا ہے

مری حساس فطرت کو بہت روندا زمانے نے
تسلی دی یہ دل کو ،درد بھی انعام ہوتا ہے

شریعت کے فرائض پر عمل پیرا نہیں ہوتا
خدا بن کر مجازی روپ میں قوّام ہوتا ہے

مجھے تو نفس کی گمراہیوں سے خوف آتا ہے
قوی سے بھی قوی ظالم کا جب انجام ہوتا ہے

O

یہی ہے آخری کوشش کے اب ملال نہ ہو
تمھاری یاد مری جان پر وبال نہ ہو

کیا ہے صبر مگر احتمال باقی ہے
دلوں کے زخموں کا شاید کہ اندمال نہ ہو

کسی کو راس کب آتی ہے یہ محبت بھی
بس اک گمان کہ شاید کبھی زوال نہ ہو

وفا کی راہ کو چھوڑو کچھ اس طرح کہ کبھی
تمھارے لوٹ کے آنے کا احتمال نہ ہو

دعا یہی ہے کہ اتنا تو صبر آ جائے
تمھارے بعد یہ جینا محال نہ ہو

کبھی جو دیکھوں تجھے ،دیکھ کر گزر جاؤں
کبھی بھی آنکھ میں تجھ سے کوئی سوال نہ ہو

نئی رتوں کی نئی صبح تو مبارک ہو
مگر خیال رہے کوئی پائمال نہ ہو

وہ کشت کیسے ہری ہو بھلا زمینوں میں
کہ ماہ و سال کوئی جس کی دیکھ بھال نہ ہو

بچھڑ گئے جو کبھی زندگی کی راہوں میں
گماں ہے کہ کبھی رابطہ بحال نہ ہو

غمِ حیات سے پسپا نہ میں ہوئی لبنیٰ
کوئی جہان میں مجھ سا بھی باکمال نہ ہو

O

سوکھے پتوں کو بھی چپ چاپ ہی جھڑتے دیکھا
پیرہن پیڑ کو اکثر ہی بدلتے دیکھا

لوگ فنکار ہیں سو رنگ چڑھا لیتے ہیں
ہم نے بارش میں ہر اک رنگ اترتے دیکھا

کون جانے یہ کہاں تک ہی نبھا پائیں گے
شام سے پہلے ہی سورج کو ہے ڈھلتے دیکھا

کوئی تو بات بہت خاص رہی ہے مجھ میں
چھوڑنے والے تجھے ہاتھ ہی ملتے دیکھا

وقت پڑنے پہ ہی یاروں کی پرکھ ہوتی ہے
تیرگی میں تو سدا سائے کو چھپتے دیکھا

کوئی امید کسی سے نہیں باقی لینیٰ
جب سے لوگوں کے چھپے رنگ کو کھلتے دیکھا

()

عشق کا موسمِ جاں سوز بدلتے دیکھا
چادرِ زیست کا ہر رنگ اترتے دیکھا

دل کو عادت ہی رہی ہے اُسی ویرانی کی
موسمِ زرد میں پتوں کو بھی جھڑتے دیکھا

من کے صحرا میں جدائی کی تپش بے معنی؟
بخت کے تخت سے خود کو جو ہے گرتے دیکھا

تم مجھے بھول گئے، اس میں تعجب کیسا؟
بے وفاؤں کو کہاں ہم نے تڑپتے دیکھا

عشق کو کھیل نہ سمجھو کہ ہمیشہ ہم نے
ایک چنگاری سے ہر شئے کو ہے جلتے دیکھا

()

خواہش وصل کے سہارے ہیں
یہ جو آنکھوں کے خواب سارے ہیں

اب فضاؤں پہ سوگ طاری ہے
گردشِ وقت میں ستارے ہیں

دل میں کچھ بھی نہیں رہا باقی
صرف جلتے ہوئے شرارے ہیں

ان سے پوچھو کہ مات کیسی ہے
جو یہ بازی لگا کے ہارے ہیں

کیسے بے رنگ سے وہ لمحے تھے
تیری فرقت میں جو گزارے ہیں

میری ویران سی ان آنکھوں میں
درد بخشے ہوئے تمھارے ہیں

()

خزاں کی رت ہے چمن میں کوئی گلاب نہیں
تمھارے بعد ان آنکھوں میں کوئی خواب نہیں

بچھڑنے والے تجھے کیا خبر جدائی میں
کتابِ زیست میں شامل خوشی کا باب نہیں

سفر کی رات مسافر پہ کتنی بھاری ہے
کہ تیرگی ہے فلک پہ بھی ماہتاب نہیں

تمازتیں ہیں دکھوں کی چہار سو پھیلی
کٹھن ہے راہ نصیبوں میں اب سحاب نہیں

سمجھ کے ریت کو دریا جو پاس آئے ہیں
کھلا 'سراب ہے' فی الاصل نہرِ آب نہیں

O

دل کسی آس کے ہرگز نہ سہارے رہنا
ترک کر کے سبھی رشتوں کو کنارے رہنا

وہ جو کہتا تھا تمھیں کھو کے میں مر جاؤں گا
اب ہے دشوار اسے، ساتھ ہمارے رہنا

مجھ کو اچھا نہیں لگتا کوئی احسان کرے
سخت دشوار ہے دامن کو پسارے رہنا

اب تو پلکوں پہ کوئی خواب ٹھہرتا ہی نہیں
کتنا دشوار ہے آنچل میں ستارے رہنا

اب وہ پہلے سے مراسم تو نہیں ہیں لیکن
پھر بھی یادوں سے رہِ زیست سنوارے رہنا

## خواب محبت

مرے خوابوں کو تم اب ذات کا زنداں سمجھ لینا
مقفل کر کے ان کو زندگی میں آگے بڑھنا ہے

اب ہراک کیفیت کا بوجھ مجھ کو خود اٹھانا ہے
کہ کچھ بھی ہو تمھارے در پہ اب مجھ کو نہ آنا ہے

کسی کی چاہ میں خود کو بہت ارزاں کیا میں نے
مگر اب فیصلہ ہے چاہ سے باہر نکلنا ہے

اذیت جس قدر ہو، موت ہوجائے مگر ہم کو
ہمیشہ یہ سمجھنا ہے کہ یہ قسمت کا لکھا ہے

کنارہ کر کے دنیا سے مجھے اب خود میں کھونا ہے
کہ اب صحرائے غم سے دل کو یوں آزاد کرنا ہے

کوئی خواہش نہیں باقی سوا اس کے کہ اب مجھ کو
محبت کے سرابوں کی زمیں سے دور جانا ہے

()

سرد موسم ہے لمبی راتیں ہیں
تیری یادوں کی پھر براتیں ہیں

ان کہی رہ گئی ہیں برسوں سے
تم سے کرنے کو کتنی باتیں ہیں

دشمنوں سے بھی ڈر نہیں لگتا
صرف چالیں ہیں اور گھاتیں ہیں

ہر قدم پر ہی دل دھڑکتا ہے
کیا نصیبوں میں صرف ماتیں ہیں

کس قدر زور ہے ہواؤں کا
جس نے الٹی کئی بساطیں ہیں

لوٹ کر پھر کبھی نہیں آتیں
ساتھ گزری ہوئی جو راتیں ہیں

()

درونِ دل بھی کہاں سب کو وہ رسائی دے
جو دیکھنے میں بہت سخت جاں دکھائی دے

سمندروں میں تلاطم کو غور سے دیکھو
ہر ایک موج ہی لڑتی ہوئی دکھائی دے

مرے نصیب میں پسپائیاں ہی اتنی ہیں
کبھی کبھی تو مرا دل بھی اب دہائی دے

وہ تجھ کو چھوڑ چلا ہے تو تجھ پہ لازم ہے
تو اس کی یاد سے بھی خود کو اب رہائی دے

سکوتِ شام اداسی کی بازگشت میں بھی
تمھارا نام ہی اب ہر گھڑی سنائی دے

O

اک شاعرہ سے دل جو لگایا ہے آپ نے
معلوم ہے کہ خود کو پھنسایا ہے آپ نے

ہر روز ایک تازہ سخن آپ کے لیے
ہر چند دل ہمارا دکھایا ہے آپ نے

حد درجہ سخت اور ہے دشوار وصل بھی
یہ کہہ کے اور دل کو رُلایا ہے آپ نے

اک روگ ہے یہ پیار بھی کارِ عبث ہے بس
مٹی میں نازِ عشق ملایا ہے آپ نے

مہلت ہے اب بھی آپ قدم اپنے روک لیں
وہ ماہ آگیا ، جو بھلایا ہے آپ نے

O

محبت کی تجارت اس طرح وہ عام کرتا ہے
مجھی سے سیکھ کر الفت کسی کے نام کرتا ہے

نجانے کتنے ٹکڑے تھے تمھارے دل کے اے صاحبِ
بھلا کر ایک ٹکڑے کو یہ اب بھی کام کرتا ہے؟

کبھی تم پوچھ کر دیکھو تمھارے ہجر کا مارا
نجانے وہ بسر کیسے یہ صبح و شام کرتا ہے

سبھی کچھ کر کے دیکھا ہے یہ قابو میں نہیں آیا
دلِ وحشی کو آخر کوئی کیسے رام کرتا ہے

ان آنکھوں سے یہ پوچھو تم کہ کوئی بھید ہے ان میں
کوئی تو سحر ہے آخر تہہِ جو دام کرتا ہے

()

صبحدم لوٹ کے اپنے ہی وہ گھر جائے گا
درد اک اور مرے دل میں ٹھہر جائے گا

کارِ آسان کہاں ہوتا ہے ہجرت کرنا
چھوڑ کر پیڑ کو پنچھی بھی تو مر جائے گا

فانی دنیا میں کوئی شے بھی مسلسل کب ہے
آج اپنا ہے جو کل تم سے مکر جائے گا

چند لمحوں کی رفاقت بھی بہت ہوتی ہے
یاد کا زہر رَگ رَگ میں اتر جائے گا

سخت نادم ہے مرے دام میں آنے والا
شاید انجام کو دیکھے گا تو ڈر جائے گا

# غزلِ بے قافیہ!

اہل بینش ہے زمانے میں نہ ہر سو کوئی
یہ تو ہیرا ہے زمانے سے ہی عنقا کوئی

اس کی قیمت کا ہے کچھ فہم نہ ادراک تجھے
اتنا ارزاں نہ سمجھ نقدِ دل و جاں کوئی؟

تیرے قدموں میں گرا ہے جو یہ نادانی میں
تو نے سمجھا کہ نہیں مول ہے اس کا کوئی؟

تیری ٹھوکر سے ہوا ٹوٹ کے ٹکڑے ٹکڑے
اس کا ذرہ بھی بہت بیش بہا ہے کوئی

ہاتھ سے وقت نکل جائے جو اک بار تو پھر
کیا پلٹ آتی اس جیسی بھی ساعت کوئی ؟

()

اک لمحہ نہیں مجھ کو آرام کا لینا ہے
یہ زیست فقط میری اک غم کا بہانہ ہے

سنتا نہیں کوئی بھی فریاد مرے دل کی
احباب نے بھی شاید پتھر مجھے جانا ہے

ہر سمت سے آتے ہیں پتھر ہی مرے در پر
شاید مری قسمت میں آنسو ہی بہانا ہے

کیوں دیر لگی مجھ کو یہ بات سمجھنے میں
تقدیر کے ہاتھوں میں انسان کھلونا ہے

اس دل کو نہ چھیڑو تم یہ ٹوٹ ہی جائے گا
یہ دل تو مرا لیلیٰ مانندِ نگینہ ہے

()

تم مری یاد میں آنسو ہی بہایا کرنا
اور سرِ بزم انہیں سب سے چھپایا کرنا

شام ڈھلتے ہی منڈیروں پہ جو آ جاتے ہیں
ان پرندوں کو منڈیروں سے اڑایا کرنا

" جانے والوں کو کہاں روک سکا ہے کوئی "
دور سے دیکھ کے بس ہاتھ ہلایا کرنا

چاہے پہلے سے مراسم نہیں اس سے پھر بھی
اپنے جوڑے میں کوئی پھول سجایا کرنا

کیا خبر لوٹ کے آ جائیں وہ جانے والے
آس کی در پہ چراغوں کو جلایا کرنا

مجھ کو معلوم ہے تعبیر نہیں ہے کوئی
روز اک خواب نیا مجھ کو دکھایا کرنا

لاکھ طوفان دبے ہوں ترے سینے میں مگر
لب پہ ہر روز ہی مسکان سجایا کرنا

()

شاخ پر جیسے کلی کوئی ہو کملائی ہوئی
میں ہوں دنیا کے ہر اک شخص سے اکتائی ہوئی

ایک اک شخص نے پہنی ہیں نقابیں کتنی
آنکھ سے جھانکتی ہے روح بھی مرجھائی ہوئی

اب بھڑکتے ہوئے شعلوں کو بجھاتے کیوں ہو
آگ یہ تیرے ہی ہاتھوں کی ہے سلگائی ہوئی

مجھ کو دنیا میں کوئی شخص بھی درکار نہیں
اور محبوب فقط اپنی یہ تنہائی ہوئی

اب کہ زد پہ مری ٹھوکر کی ہے دنیا لبنیٰ
معرفت جو ملی باطن سے شناسائی ہوئی

()

وہ جو الفت کا دم ہم سے بھرتے رہے
ساتھ اوروں کے بھی چھپ کے چلتے رہے

اک طرف وہ ہمارے طلبگار ہیں
ساتھ لیکن نبھانے سے ڈرتے رہے

ایسا لگتا ہے اب تک تذبذب میں ہیں
اور جذبات سے بھی مکرتے رہے

اس جہاں میں فقط ان کو منزل ملی
وہ جو گرتے رہے اور سنبھلتے رہے

بیچ میں دیکھو گر آ گیا پھر رقیب
ہجر کی آگ میں تم تو جلتے رہے

()

دامنِ وقت میں بھی اور کہاں تھی مہلت
چھوڑ جانے کی اسے بھی تو بہت تھی عجلت

ہو تعلق تو کہاں وقت کی محتاجی ہے
بات کرنے کی بھی اس کو تو نہیں تھی فرصت

میں نے ہر حال میں خوش رہنے کا فن سیکھ لیا
دل میں ہر چند بہت دور تلک تھی وحشت

اب تو آنکھوں میں بھی اشکوں کا عجب کال پڑا
ضبط غم کی بھی عطا مجھ کو ہوئی تھی قدرت

تھک کے تنہائی کی بانہوں میں سکوں ڈھونڈ لیا
ورنہ لیلیٰ تری ایسی تو نہیں تھی فطرت

()

ہر دل کو نہیں ہوتا عرفان محبت کا
آساں تو نہیں ہوتا اعلان محبت کا

کیسا یہ خسارہ ہے پورا ہی نہیں ہوتا
اک عمر اٹھایا ہے نقصان محبت کا

مانو گے نہیں لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے
تا عمر ہے متلاشی انسان محبت کا

وہ زخم ملا دل کو اب تک نہیں بھر پایا
دوبارہ نہیں شاید امکان محبت کا

احساس کے خوگر پر احسان ہے یہ رب کا
انعام ہوا اس کو وجدان محبت کا

()

آنکھوں میں چمک لب پہ تبسم جو کھلے ہیں
یہ تیری محبت کی عنایت کے صلے ہیں

یہ بھی نہیں معلوم کہ کس سمت ہے جانا
بس دل کے بھروسے پہ ترے ساتھ چلے ہیں

دو چار دنوں میں مجھے محسوس ہوا ہے
یہ سلسلے روحوں کے کہیں اور ملے ہیں

خواہش ہے یہی زیست بھی اب ساتھ بتائیں
خوابوں میں ترے ساتھ سفر کرنے لگے ہیں

انجام سفر کا مجھے اب خوف نہیں ہے
بس تیرے کرشموں کے،کرامات تلے ہیں

()

مجھے شعور کی قیمت چکانی پڑتی ہے
کہ رسمِ دارو رسن بھی نبھانی پڑتی ہے

ریا و کذب کی عادی نہیں زباں میری
اسی لیے مجھے شہرت گنوانی پڑتی ہے

مرا ہے جرم صداقت کی راہ پر چلنا
خطا نہ ہو بھی تو ذلت اٹھانی پڑتی ہے

()

اپنے چہرے سے تو پردہ نہ ہٹاؤ صاحب
تم کو جانا ہے جہاں شوق سے جاؤ صاحب

زخم دنیا نے لگائے ہیں کہاں کم دل پر
تم بھی اک اور نیا گھاؤ لگاؤ صاحب

ہارتے آئے مقدر سے ابھی تک ہم تو
جیت پائیں گے کہاں ہم بھی یہ داؤ صاحب

# نظمیں

# معتوب

قابلیت جرم بن جائے گی یہ سوچا نہ تھا
ہر طرف شورِ ملامت ہے بپا
گفتگو کرنا بھی اب معیوب ہے
شہر نابینا میں گویا آئینہ
قفل اب جذبات پر لگنے کو ہے
فکر بھی شاید کہ اب محبوس ہو
پھنس گئی ہوں میں خدارا یہ کہاں؟
جرم ہے میرا فقط برجستگی
اور ذہانت کی بھی میں مجرم ہوئی
سب سے بڑھ کے جرم یہ عورت ہوں میں
اعتماد آیا مری باتوں میں کیوں؟
اور اس پر یہ کہ لہجہ بھی کھرا
لفظ بھی رنگِ خوشامد جدا
ہاتھ بھی کانپے نہیں اور لب بھی تھرائے نہیں
ہائے کیسا یہ غضب میں نے کیا؟
مجھ کو یہ دنیا کرے کیونکر قبول
ایسی عورت بھی بھلا ہوتی ہے کیا؟

مرد کے آگے جو ڈٹ کر آ گئی
اور سچ کا آئینہ دکھلا گئی
یہ ڈری سہمی نہ کیوں آئی نظر؟
زیب دیتا تھا اسے ڈرنا سدا
اور خاموشی سے سہنا ظلم کے ہر وار کو
لیکن اس میں جرائتِ اظہار کیوں کر آ گئی؟
بزدلو اب غور سے میری سنو
میں جو عورت ہوں تو یہ انعام ہے
نسلِ انسانی کو یہ پیغام ہے
مرد کو بھی زندگی ملتی ہے
عورت کے طفیل!
ہاں تمھیں دنیا میں لانے کا
سبب عورت ہی ہے
اس کے دم سے ہے فقط دنیا میں رنگ
مرد کہلانے کے تم لائق نہیں
کر نہیں سکتے اگر اس کا ادب

# اذنِ رخصت

اذنِ رخصت اگر مجھے دے دے
تیری دنیا سے کوچ کر جاؤں
مرحلے زیست میں کئی آئے
سانحے ہر گھڑی نئے آئے
میرا کچھ بھی نہ وہ بگاڑ سکے
ہاں مگر یہ اثر ضرور ہوا
دل کو زخموں سے بھر دیا کچھ کچھ
ایسا لگتا ہے اب تو دنیا میں
میرا ہونا فقط اضافی ہے
جس کو جتنی مری ضرورت تھی
اپنے حصے کا کھا گیا مجھ کو
ہر ضرورت ہی سب کی پوری کی
لیکن اکتا گئی ہوں اب شاید
اور بیکار شے کا مقصد کیا
اس لیے مجھ کو اب اجازت دو
وقت رخصت ہے اب نہ تم روکو
کوچ کرنے دو اذنِ رخصت دو

# شاعری

شاعری مشغلہ نہیں ہوتی
کیفیت کا بیان ہوتی ہے
بحر اور قافیے کا جھگڑا کیا
فرق کیا نظم اور غزل میں ہے؟
یہ تو بس جذب کا اک عالم ہے
اس کا آہنگ ہے حسین بہت
اک روانی ہے بحر کی صورت
غم کا دریا ہے موجزن اس میں
ایک احساس کی کہانی ہے
دل کے جذبوں کی ترجمانی ہے
بات کہنے کا بس ہنر ہے یہ
کیفیت کا بیان ہے سرکش
رمز و ایما کا کھیل ہے سارا
بات سادہ بیاں تصنع میں
جو نہ سمجھے زبان شعروں کی
اس کی بس ہے مثال مہروں سی
جب سمجھ زندگی کی آئے گی

شاعری خود تمھیں بلائے گی
شعر پڑھنے لگو گے پھر تم بھی
زندگی جب تمھیں رُلائے گی
رتجگوں کا گداز پاؤ گے
استعاروں میں ڈوب جاؤ گے
اک مگر ہے یہ مسئلہ اس میں
ساری خوشیاں ہی تم گنواؤ گے
اور سکھ چین بھول جاؤ گے
آگہی کا عذاب پاؤ گے
ہاں مگر یہ ضرور پھر ہوگا
راز دنیا کا منکشف ہوگا
اپنی ہستی کو بھول جاؤ گے
تب ہی وجدان سے نبھاؤ گے

# یقیں کھو گیا

مجھ کو جیون میں
دھوکے ملے اس قدر
اب تو انسان سے
ڈر ہے لگنے لگا
اس قدر میرے دل کو
ہے توڑا گیا۔۔۔۔۔۔
لاکھ کوشش بھی کی
پھر نہ جوڑا گیا۔۔۔۔
کرچی کرچی ہوا
ریزہ ریزہ ہوا
درد سہتا گیا
خون بہتا رہا
ایسا لگتا تھا یہ
رک گیا ہے مگر
ڈھیٹ بن کر رہا
کام کرتا گیا
میں نے اعصاب کو اپنے
پتھر کیا
ساری دنیا سے اب تو

کنارہ کیا۔۔۔
وقت کے وار کو
خود ہی تنہا سہا
اپنا رنج والم
کب کسی سے کہا
کوئی شکوہ کیا
اور نہ نوحہ کیا
ہاں مگر یہ ہوا
کھو گیا ہے یقیں
یہ جو انسان
بکھرے ہیں
اطراف میں۔۔۔۔
ان کے چہرے عجب
مجھ کو لگنے لگے
گر کسی نے پکارا
محبت کے لہجے میں
مجھ کو تو میں
خود لرزنے لگی
خوف کھانے لگی۔۔۔۔۔
مجھ کو عادت نہیں
نرم لہجوں کی اب
سخت لہجے کی ہی

میں تو عادی رہی
زندگی نے ہمیشہ
یونہی بات کی
زندگی کے کسی
موڑ پر بھی مجھے
کوئی شفقت ملی
اور نہ چاہت ملی
سارے رشتے گئے
سارے ناطے گئے
ذات میری بھی
ان میں کہیں کھو گئی
مستقل اک اداسی
رگِ جاں میں ہے
سانس سینے میں
اٹکا ہوا ہے کہیں
میں کہ خود میں ہی
گم ہو گئی
فانی دنیا کی یوں
آگہی ہو گئی

# کاش

پھر اسی موڑ سے شروع کریں
غم سے جب دوستی نہیں تھی کبھی
دل بھی واقف نہ تھا دکھوں سے کبھی
زندگی بوجھ اس طرح تو نہ تھی
پھول کھلتے تھے رنگ ملتے تھے
ہم کبھی کھلکھلا کے ہنستے تھے
دکھ کے معنی کہاں سمجھتے تھے
تیری یادوں سے یوں الجھتے تھے
اور نہ خود سے سوال کرتے تھے
نیند بھی مہربان تھی ہم پر
چونک کر نیند سے نہ اٹھتے تھے
دل بھی سینے میں جب دھڑکتا تھا
کیسے بے فکر سے وہ لمحے تھے
زندگی سے نظر ملاتے تھے
پھر تو گزریں قیامتیں دل پر
دفعتاً زندگی میں تم آئے
اور کچھ پل خوشی کے بدلے ہم
زندگی بھر کے دکھ اٹھا لائے

رتجگے بھی خرید کر لائے
خواب مہنگے بہت پڑے ہم کو
اتنے مقروض ہو گئے ہم تو
زندگی بھر چکا نہیں پائے
قرض ہر سانس نے چکایا ہے
پھر بھی تاوان بھر نہ پایا ہے
ہر خوشی کھو گئی کہیں جیسے
روح زخمی ہوئی ہے کچھ ایسے
اک سرا زندگی کا ہاتھ میں ہے
دوسرا چھوٹ گیا ہے کب کیسے؟
مجھ کو اپنی خبر نہیں آتی
سانس سینے میں رک گئی جیسے
کاش ایسا ہو بھول جاؤں میں
وقت کے ہر ستم مگر کیسے؟
زندگی وہم ہو کوئی جیسے

## چلواب فیصلہ کرلیں......

محبت کی مسافت میں
کہاں تک ساتھ چلنا ہے؟
جو ہم نے خواب دیکھے تھے
ہمیشہ ساتھ چلنے کے!
انہی خوابوں کے ٹکروں کو
کریں ہم جمع، پھر سوچیں
کہ کب تک ساتھ چلنا ہے
مگر اب ساتھ چلنے کی
کوئی صورت نہیں باقی
تمھیں مجھ سے محبت تھی
کبھی پہلے بہت پہلے
تمھیں مجھ سے محبت کا
جو دعویٰ تھا کبھی پہلے
وہ دعویٰ ہی نہیں باقی
تمھارے دل کی خواہش ہے.....!
نئے ساتھی ملیں مجھ کو
پرانے رابطے چھوٹیں
مگر مجبور ہو تم بھی

اب ان وعدوں کی بندش سے
جو پہلی کال پر تم نے
کیے تھے ساتھ چلنے کے
خبر تم کو نہیں لیکن
کہ تم اس دل میں بستے ہو
تمھارے ہر ارادے کی
خبر تم سے بہت پہلے
دلِ محزوں کو ملتی ہے
تمھارے دل کی خواہش کا
مجھے اب پاس رکھنا ہے۔۔۔۔!
مجھے تم چھوڑنا چاہو
تو اب بھی چھوڑ سکتے ہو
مجھے گر بھولنا چاہو
تو بیشک بھول سکتے ہو
مگر اک بات میری بھی
گرہ میں باندھ رکھو تم
مجھے تم سے محبت ہے۔۔۔۔۔۔۔!
تمھارے ساتھ سے پہلے
یہ دل تنہا ہی رہتا تھا
بہت ویران رہتا تھا ذرا دیکھو
تمھاری منزلیں مجھ سے جدا بھی ہیں
مگر دل کی امنگوں کو

پلٹ جانا ہے پھر واپس
تمھارے بعد اس دل کو
بہت تنہا بھٹکنا ہے
کسی کو بھی نہیں دل میں
تمھارے بعد بسنا ہے
تمھاری یاد سے اس کو
سدا آباد رکھنا ہے۔۔۔۔!

# تحلیل نفسی

مدتوں بعد آج جب میں نے
اپنے اندر کی کچھ تلاشی لی
قفل تھے دل کے سب ہی کمروں میں
زنگ آلود ہو گئے تھے سب ۔۔۔۔۔۔!
قفل کھلتے ہی دل کے اندر سے
تیری یادیں، گھٹن کے ساتھ آئیں
دفن کچھ خواب ،سامنے آئے
آنسوؤں کی بھی کچھ قطاریں تھیں
تیری باتیں تھیں جا بجا بکھری
تیری یادوں کی جب کھلی گٹھری
اس میں بے جان کچھ تو وعدے تھے
ٹوٹے پھوٹے سے عہد الفت کے
ساتھ جینے کے ساتھ مرنے کے
کچے دھاگے سے چند پیماں تھے
ایسے بد حال غرفۂ دل کی
مجھ سے حالت نہ دیکھی جاتی تھی
ایسی حسرت تھی ایسی وحشت تھی
میری آنکھوں سے جو ٹپکتی تھی
اس کی حالت سے ڈر کے پھر اک بار

قفل اس پر لگا دیا میں نے
مجھ کو یہ دھیان ہی نہیں آیا
ایک کھڑکی ہے روح و دل کی بھی
جس پہ پردہ پڑا نہیں کوئی
اس میں گر جھانک کر کوئی دیکھے
اس کو ویرانیاں چمٹ جائیں
ایسا آسیب ہے کوئی اندر
ہر خوشی کھا گیا ہے جو میری
خود سے بھی دور ہوگئی ہوں میں
ایسی دنیا میں کھو گئی ہوں میں
پھر کبھی لوٹ کر نہ آ پاؤں
رنگ اس کے کبھی نہ دیکھ سکوں
دل کے ویران سے جزیرے میں
روح میر جو بین کرتی ہے
سن سکو گے نہ تم کبھی شاید
اس کی چیخوں کو اس کے نالوں کو
ایسے بھپرے ہوئے سے جذبے ہیں
پا بہ زنجیر کر کے دیکھا ہے
شورشوں میں کمی نہیں آئی
بڑھ گئی اور آبلہ پائی
ہو سکی ہی نہیں مسیحائی

☆☆☆

# عورت

مولا تیری دنیا میں
زن ہی ایسی ہستی ہے
خود کو جو بھلا کر بھی
لمحہ لمحہ ہنستی ہے
اپنے دکھ کو اکثر یہ
ثانوی سمجھتی ہے
پھر بھی اس سماج اندر
قدر و منزلت کو وہ
عمر بھر ترستی ہے
باپ ہو کہ بھائی ہو
زوج ہو کہ بیٹا ہو
ہر کسی کی نظروں میں
ہر گھڑی کھٹکتی ہے
اور گھر کے باہر تو
بھیڑیوں درندوں کو
گوشت پوست دکھتی ہے
کیا کسی نے سوچا ہے؟
اس کے جسم کے اندر
جان و روح بستی ہے؟

ذہن میں تو اس کے بھی
فکر و فلسفے کی سی
آندھیاں سی چلتی ہیں
اس غریب کے دل میں
خواہشیں پنپتی ہیں . . . . . .
مرد کے مظالم کو
خامشی سے سہتی ہے
اور لبوں کو سی کر بھی
ہر گھڑی تڑپتی ہے
خامشی کہ لہجے میں
بین کرتی رہتی ہے
ہر گھڑی سسکتی ہے
پر کوئی نہیں سنتا
اس کی چیخ لفظوں میں
ڈھل کے پھیل جائے تو
سن نہیں سکو گے تم
سہہ نہیں سکو گے تم
آدمی کی دنیا میں
اس نحیف ہستی کی
کوئی بھی نہیں سنتا
پر بروز محشر تو
رو برو خدا کے وہ

ہر سوال پوچھے گی
بیٹیاں جنہیں تم نے
زندہ گاڑ ڈالا تھا
یا کسی بھی ظالم کے
ہاتھ بیچ ڈالا تھا
اس کو روند ڈالا تھا
جان و روح کو اس کی
نوچ نوچ ڈالا تھا
خود پہ بیتنے والی
ہر کسی اذیت کا
رب سے اجر مانگے گی
اس گھڑی عدالت میں
ایک ہی خدا ہوگا
نا خدا نہیں ہوگا
عدل کا سماں ہوگا
اس گھڑی یقیناً تم
بُت بنے ہوئے ہوگے!
تم کو اس گھڑی ، اس دم!
اپنی حیثیت یعنی
"سفلیت" کا آئینہ
یوں دکھایا جائے گا
تم وہاں ندامت کے

اشک بھی بہاؤ گے
پھر بھی اپنے جرموں کو
تم چھپا نہ پاؤ گے!
واں جواب کیا دو گے؟؟؟

☆☆☆

# سمندر

سمندر کی تہوں میں کیوں۔۔؟
یہ اک طوفاں سا برپا ہے
یہ موجیں جو ابھرتی ہیں
تڑپتی سر پٹکتی ہیں
پھر اپنے آپ میں آ کر
دوبارہ بہنے لگتی ہیں
کوئی موجوں سے یہ پوچھے؟
کہ ان کی بے بسی میں بھی
کوئی ارمان پنہاں ہے!
یہ ساحل سے جو ٹکرا کر
فقط ناکام رہتی ہیں
تو کیا اِن کے لبوں پر بھی
کسی کا نام آتا ہے؟
یہ جو اک شور سا پھیلا
سمندر کے کنارے ہے
کوئی اس شور میں بھی کیا
کسی کا بین کرتا ہے؟
سمندر کے کناروں پر
یہ جو موتی بکھرتے ہیں

تو کیا ان سیپیوں میں بھی
کسی کی آنکھ کے آنسو
مثالِ قطرۂ نیساں
بدل جاتے ہیں موتی میں
سمندر ظرف رکھتا ہے
کہ یہ تنہا جو بہتا ہے
مگر اندر کہیں اپنے
خزانے لے کے پھرتا ہے
سمندر کی طبیعت میں
اک ایسا طفل ضدی ہے
کہ جو اک چاند کو
چھونے کی خواہش میں۔۔۔۔!
اچھلتا ہے ترستا ہے۔۔۔۔
مگر ناکام رہتا ہے!
سمندر کی اذیت میں
تلاطم میں تصادم میں
اور انساں کی اذیت میں
جدا ،حساسیت کب ہے؟
وہ اپنی دھن میں بہتا ہے
یہ اپنے غم کو کہتا ہے
مگر اندر کہیں ان کے
فقط اک درد رہتا ہے

سمندر میں تو پانی
موج بن بن کر ابھرتا ہے
مگر انساں کا غم تو
حسیت کا سیل بن کر
ذہن کے پاتال میں
ہر لمحہ بہتا ہے!

☆☆☆

# کربِ جدائی

کسے خبر ہے کہ بعد میرے
تمھاری آنکھیں اداس ہوں گی
تمھارے دل میں اذیتوں کی چبھن سی ہوگی۔۔۔۔۔
مری وہ باتیں کہ جن کی تم کو
کبھی ضرورت نہیں رہی ہے۔۔۔۔۔
وہ یاد آئیں گی سب پلٹ کر۔۔۔۔۔
مری محبت کے سائے جن کو
جھٹک رہے ہو تم اک ادا سے
بہت رلائیں گے بعد میرے
مگر کہ افسوس۔۔۔۔۔!
اب ان اشکوں کو چننے والے
تمھارے دل کو تسلیوں کے
اور ہمتوں کے
اجالے دے کر
بڑھانے والے
جو لوگ تھے، سب گزر چکے ہیں
مجھے اگر کچھ خبر یہ ہوتی
کہ بعد میرے

تم اس طرح سے اداس ہو گے
تمھارے دل میں بھی میری یادیں
سلگ اٹھیں گی
مری محبت وفائیں میری
کہ جن کی تم کو طلب نہیں تھی۔۔۔۔۔
وہ پھر تمھاری طلب بنیں گی
تمھارے دل کی تڑپ بنیں گی۔۔۔
اگر مری جاں
مجھے ذرا سا بھی علم ہوتا
کہ بعد میرے
یہ زندگی تم پہ بوجھ ہوگی
تو موت مجھ پر بھی سہل ہوتی
حیات مجھ پر۔۔۔۔
نہ تنگ ہوتی
اور اب تمھاری ندامتیں اور
یہ اشک سارے
حقائقِ زندگی کے آگے
سراب سے ہیں
تمھاری الفت میں جلنے والے
چراغ جل جل کے بجھ گئے ہیں

☆☆☆

# نم

آخری بار ملاقات تو کر۔۔۔!
دل سے اک یاد کا رشتہ ہے یہ اقرار تو کر
تجھ سے کہنے کو بتانے کو کئی باتیں ہیں
کچھ جدائی کے فسانے ہیں حکایتیں ہیں
تیرے بن، کس طرح گزرے ہیں
شب و روز مرے
تو جو بدلا تھا ترے ساتھ ہی تقدیر بھی بدلی میری!
وقت نے ساتھ ہی تیرے کئی چالیں بدلیں
ان گنت زخم زمانے نے مرے دل کو دیے
دکھ مصائب نے بھی اس دل کر بڑے زخم دیئے
میں نے شکوے نہ کیے پھر بھی
زمانے سے کبھی
آخری بار ملاقات تو کر
اب نہ شکوے نہ شکایت نہ کوئی راز کی بات
نہ ہی اب چاند ستاروں کی خیالات کی رات
وقت کی گرد میں دب کر کہیں کھوئے گئے سب
اجنبی بن کے جو ہم ملتے رہے تھے برسوں
بھول پائیں گے نہ ہم
آخری بار ملاقات تو کر
دل سے اک یاد کا رشتہ ہے یہ اقرار تو کر

# آخری میسج

ترے اس آخری میسج کو میں نے بار ہا کھولا۔۔
تری آواز نے میری سماعت میں جو رس گھولا
مجھے خوش فہمیاں لاحق تعلق میں بھی جتنی تھیں
سبھی خوش فہمیوں کو ایک جھٹکے میں ہی بس توڑا
مری اوقات کیا تھی دل میں تیرے یہ خبر کب تھی
بہت ہی عام سے جملوں میں تو نے مجھ کو جب تولا
خود اپنی ہی نظر میں تو کبھی بھی گر نہیں پائے
یہی کچھ سوچ کر جملہ معافی کا جو بولا تھا
تعلق کے بکھرنے پر کیا افسوس بھی تو نے
یہ سارے جرم میرے نام بھی یکسر کیے تو نے
مجھے اپنی ہی نظروں میں یونہی تو نے گرا ڈالا
کہا تو نے میں بزدل ہوں نبھا سکتا نہیں ناطا
بھلا بزدل بھی مردوں کو محبت زیب دیتی ہے؟
مجھے معلوم اتنا ہے، اگر ہو واقعی الفت
تو ہر مشکل سے لڑنے کی یہ طاقت خود ہی دیتی ہے
وہ ہو فرہاد شیریں یا کہ پنّوں اور سسّی کا
کوئی طاقت محبت سے نہ ان کو روک پائی تھی

کہاں پیشِ نظر ان کے بھی کوئی جگ ہنسائی تھی
یہ بس اک آگ تھی جوان کے روح ودل پہ چھائی تھی
محبت میں اگر تجھ کو خسارے کا ہی خدشہ ہو
یہ بازی گر لگانے میں زیاں اور سود پنہاں ہو
تو بہتر ہے محبت سے کنارہ کر لیا جائے
کہ ناموسِ محبت کو نہ پھر رسوا کیا جائے
ہوس کی آگ سے الفت کو
دور ایسے رکھا جائے
کہ جذبوں کی صداقت پر
نہ آئے حرف ب کوئی!

☆☆☆

# ریت کا ٹیلا

ریت کے ٹیلوں کو دیکھو غور سے
کس قدر یکجا کیے خود کو ہیں یہ
ذرہ ذرہ جوڑ کر قائم ہیں یہ
دور سے لگتا ہے یہ شہکار ہیں
بس بھرم قائم ہے ان کا جب تلک
مہرباں ان پر صبا ہے جب تلک
گر مخالف ہو چلے بادِ صبا
ذرہ ذرہ ریت کا اڑنے لگے
اور ٹیلا پھر بکھرنے ہی لگے
آدمی کا بھی کچھ ایسا حال ہے
ہر دکھوں کے بعد وہ ہمت کرے
کرچی کرچی ہو کے پھر جڑنے لگے
بس بھرم قائم انا کا ہی رہے
کس قدر تکلیف سے گزرا ہے یہ
دوسروں کو کچھ خبر جس کی نہ ہو!
ہو وہ ٹیلہ پر دِکھے کوہِ گراں

ایک ٹھوکر سے بھی ہو جائے فنا
بس دعا ہے یہ خدارا اب کبھی
نے مخالف ہو کبھی بادِ صبا
اب جو بکھرا میں نہ جڑ پاؤں کبھی
ہاتھ پھر تھاموں نہ ایسی زیست کا

☆☆☆

# میری آنکھیں

مجھے جب چھوڑ کر جانا تو اتنا رحم کر لینا
میری آنکھوں کے منظر سے نہ دنیا کو نظر آنا
میں اشکوں کو چھپا لوں گی
میں نالوں کو دبا لوں گی
اداسی کا مگر شاید
میں کچھ بھی کر نہیں پاؤں
نگاہوں سے یہ چھلکیں گی
دلوں کے بھید کھولیں گی۔۔۔۔
سو بہتر ہے کہ پلکوں سے
یہ ساری خواب کی جھالر
تم اپنے ساتھ لے جانا
مری انکھوں کو تم پھر سے
یونہی ویران کر جانا
ان آنکھوں کے مقدر میں
ہیں بس ویرانیاں لکھی۔۔۔۔

ان ہی ویرانیوں کو دیکھ کر
ہر راہرو بھٹکے
نہ ان کے بھید کو سمجھے
ہر اک کو سحر یہ جکڑے
ان ہی ویرانیوں نے ایک دن
تم کو بھی جکڑا تھا
مگر کچھ دن میں اکتا کر
جو تم نے راستہ بدلا
کسی بھی سحر نے اس دن
تمھیں روکا نہیں اصلا!
کوئی آسیب ہے شاید
انہی ویران کھنڈروں میں
جو آنکھوں میں ------
کسی بھی خواب کو
ٹکنے نہیں دیتا

# دھول

انجانی رہ گزر سے میں
ہمیشہ خوف کھاتی ہوں
کہ یوں محسوس ہوتا ہے
کہ ان رستوں کی منزل کا
تعین ہو نہیں سکتا
گل و گلزار سے لگتے ہیں
جو رستے ابھی مجھ کو
ذرا آگے چلیں تو خارزاروں میں
بدل سکتے ہیں پل بھر میں
مگر شوقِ سفر ہر خوف پر حائل ہوا کچھ یوں
میں رنگ و بو کی چاہت میں
بہت آگے نکل آئی
خبر مجھ کو نہ ہو پائی
کہ یہ رستہ کسی بھی سمت کو
جاتا نہیں شاید

بہت پر پیچ گلیاں تھیں
بہت تاریک راہیں تھیں
میں رستہ بھول بیٹھی تھی
مری حدِ نظر تک بس ہوا میں
دھول تھی شاید
کوئی طوفان تھا وہ ریت کا
یا میری آنکھوں میں کسی نے دھول
جھونکی تھی
نہیں اندازہ کر پائی
سبب تھی، آبلہ پائی
مگر اتنا ہوا کہ جب تھمی
وہ ریت کی آندھی
مری آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا تھا
صاف دکھتا تھا

☆☆☆☆

# بے مول

زندگی کی سازش میں
بخت کے محاذوں پر
جو کبھی ہوا پسپا
قدر و منزلت کو وہ
عمر بھر ترستا ہے
اپنی رائیگانی کا
بین کرتا رہتا ہے
روز و شب ریاضت کا
عمر بھر کی چاہت کا
کچھ صلہ نہیں ملتا
کچھ سوال ایسے ہیں
زندگی کے پرچوں میں
حل نہ ہو سکیں شاید
اور ڈھونڈنے سے بھی
مل سکیں جواب ان کے

یہ بھی اب نہیں ممکن
جیسے دھاگے آپس میں
ایک بار الجھیں ج تو
وہ سلجھ نہیں پاتے
مجھ کو ایسا لگتا ہے
زندگی کی منڈی میں
قیمتیں جو گر جائیں
عمر بھر نہیں چڑھتیں
جیسے قیمتی سی شے
کوڑیوں میں بکتی ہو
زندگی کے میلے میں
وقت کے جھمیلے میں
کس کو اتنی فرصت ہے
زندگی کی کاہش کا
مرنے والی خواہش کا
سود اور خسارے کا
خواب کے بکھرنے کا
بین کرتا رہ جائے

دکھ بھلا کے سارے ہی
غم مٹا کے سارے ہی
پتھروں کی نگری میں
خود کو چوٹ پہنچائے
زندگی کی سفا کی
ہنس کے ہی وہ سہ جائے
اور سرا امیدوں کا
تھام کے ہی رہ جائے
دوسری طرف سے تو
ڈور کٹتی رہ جائے
اس لئے یہ بہتر ہے
خواب زار سے پہلے
کھوئیں اپنی بینائی
اس طرح سے شاید کچھ
درد میں کمی آئے
کچھ تو بہتری آئے

# نظم

قفل اب دل پہ مرے یوں ہوگا
کوئی دستک نہ سنوں گا اب میں
میں نہ کھولوں گا نیا در کوئی
ایک آہٹ پہ تڑپ جاتا تھا
یہ دل پہلے
اب وہ پتھر ہے اثر اسکو
نہ کوئی ہوگا
یہ جو پتھر ہے کبھی یہ بھی
تو دل تھا میرا
چوٹ پڑتی گئی، پڑتی گئی، پڑتی ہی گئی
لاکھ بار اس کو زمانے نے بھی توڑا ہوگا
اور ہر بار ہی میں نے اسے جوڑا ہوگا
خون رستا گیا، رستا گیا، رستا ہی گیا
کون جانے کے اسے درد بھی ہوتا ہوگا
یہ جو حلیے سے بشر لگتے ہیں
کیا کوئی ایک بھی انساں ہوگا؟

آدمیت کا شرف جس کو بھی حاصل ہوگا
شہرِ احساس میں بے باکی سے داخل ہوگا
شاید اس دور میں ایسا کوئی انسان نہیں
اس لئے بس یہی بہتر ہے، مقفل کرلوں
دل جو شیشہ تھا کبھی
میں سے پتھر کرلوں!

☆☆☆

# بدلتے چہرے

ذرا تم غور سے دیکھو
مرے چہرے کو، آنکھوں کو
سفر کی دھول کیا تم کو
دکھائی ان میں دیتی ہے؟
مرے پیروں کو دیکھو غور سے
اور پھر گواہی دو۔۔۔۔
مسافت کی تھکن ہے
یا کہیں ہے آبلہ پائی؟
مرے ہاتھوں کو چھو کر دیکھ لو
کیا سرد ہیں اب تک؟
نہ آنکھوں میں کوئی وحشت
نہ چہرے پر کوئی حیرت
نہ ہاتھوں میں کوئی لرزش
نہ پلکوں پر کوئی جنبش
نہیں اب سوز ہے دل میں
نہ کوئی روگ ہے دل میں
کوئی آئے چلا جائے
فرق کوئی نہیں پڑتا۔۔۔۔
ہو وہ مہمان برسوں کا

یا پھر کچھ دن ہی ٹھہرا ہو
فرق کچھ یوں نہیں پڑتا
کہ میں نے راز یہ جانا
یہ سارے ایک ہیں ان کے
فقط چہرے بدلتے ہیں۔۔۔۔

# میرے پیارے ابا جان

باپ ہے وہ شجر
جس کی ٹھنڈی گھنی چھاؤں میں بیٹھ کر
تم نہ جانو کبھی
کہ زمانے کی سختی کوئی چیز ہے
ہر ضرورت کو بن مانگے پورا کرے
پرورش میں تری خود کو بوڑھا کرے
بوجھ سمجھے نہ تجھ کو کسی موڑ پر
عمر کے چاہے خود ہو کسی موڑ پر
تیرے سر پہ سدا ڈھال بن کر رہے
خود زمانے کے طنز اور نشتر سہے
ہو وہ بچپن مرا یا جوانی مری
بھول پاؤں نہ میں مہربانی تری
خاک داں میں جو کھولی تھیں آنکھیں کبھی
اس گھڑی سے ڈھلتی جوانی تلک
تو نے مجھ کو سنبھالا ہوا آج تک

حق ہو کیسے ادا، تیرے احسان کا
ہے حقیقت کہ یہ ہو نہ پائے ادا
تیرا ہونا ہے میرے لیے اک عطا
آنکھ میں اشک ہیں دل بھی مغموم ہے
میرے ابا ضعیفی کے ہیں موڑ پر
اب وہ طاقت نہیں اب وہ ہمت نہیں
پھر بھی غافل نہیں میرے حالات سے
لُٹ چکی ہے سماعت کی دولت بھی اب
سست رہتی ہے ان کی طبیعت بھی اب
میرے مولا تو ہر شے پہ قدرت رکھے
اور دکھوں پہ میرے تو ہی مرہم رکھے
تجھ سے ہے یہ دعا ان پہ کر رحم اب
جیسے بچپن سے شفقت سے رکھا مجھے
رحمتیں ان پہ برسیں یہ ہر لمحہ اب
زیست کی روشنی ہو عطا روز و شب!

☆☆☆

# میری بیٹی

نومبر سب مہینوں سے
مجھے ممتاز لگتا ہے
کرم اس مہ ہوا رب کا
عطا اس کی ہوئی مجھ پر
مجھے درجہ ملا ماں کا
مرے گھر میں پری آئی
جو پھولوں سے بھی نازک تھی
جو روئی سے ملائم تھی
میری بانہوں کی گرمی میں
ہمیشہ چین پاتی تھی
بہت ہی کھلکھلاتی تھی

مرے دل کو لبھاتی تھی
گزرتے سارے لمحوں میں
مری ممتا کے سائے میں
نجانے کب وہ بچپن چھوڑ کر
پہنچی جوانی تک۔۔۔۔ ۔ ۔
مرے کندھے تلک آئی۔۔۔۔
گزرتے وقت نے اس کو
سکھا دی کتنی دانائی
کہ اب ہر بات میں مجھ کو
یہی تو رہنمائی دے
اسی کے دم سے تو مجھ کو
مکاں گھر سا دکھائی دے
سوا اس کے نہ دنیا میں
مجھے کوئی سجھائی دے
مری آنکھوں میں ہر دم ہی
شبیہ اس کی دکھائی دے
مری ننھی پری تھی جو
اب اک لڑکی دکھائی دے

مسیحا بن کے یہ اب تو
ہر اک دکھ کی دوائی دے
یونہی خوشیاں ملیں اس کو
چہکتی ہی دکھائی دے
مقدر میں کبھی اس کے
نہ کوئی غم کبھی پھٹکے
خدا کی رحمتیں برسیں
ہمیشہ خوش دکھائی دے
☆☆☆

عورت کی سب سے بڑی دشمن اس کی خوبصورتی اور ذہانت ہیں ایسی عورت مرد کے اندر احساس کمتری کو بیدار کرتی ہے جب کہ کم رو اور کند ذہن عورت مرد کے اندر احساس برتری کو اجاگر کرنے کی موجب ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ مرد ذہین اور خوبصورت عورتوں سے خائف رہتے ہیں ان کو جیون ساتھی بنانے سے گریزاں چوں کہ کم رو اور کند ذہن عورت مرد کی انا کو چوٹ نہیں پہنچاتی ہے لہذا وہ ازدواجی زندگی میں آسودہ حال رہتی ہے۔

()()()()()()()()()()

المیہ یہ نہیں ہوتا کہ زندگی کے سفر میں آپ کو کوئی محبت کرنے والا شخص میسر نہ ہو المیہ یہ بھی نہیں ہوتا کہ کوئی آپ کی محبت کا جواب محبت سے نہ دے المیہ یہ ہوتا ہے کہ کسی کے لئے محبت کے گیت گاتے گاتے آپ اپنی پہچان بھول جائیں اپنا مقام بھول جائیں اور زندگی کے سفاک ہاتھ جب بے رحمی سے آپ کو آپ کی اوقات یاد دلائیں تو آپ کے پاس واپسی کا راستہ بھی نہ ہو اور آپ تمام عمر بھٹکتے ہی رہیں راستہ ہی تلاش کرتے رہیں خواہ اس سفر میں آپ کے پاؤں آبلہ پا اور روح زخمی ہی کیوں نہ ہو۔

()()()()()()()()()()

اگر آپ کا واسطہ زندگی کے کسی موڑ پر مضبوط عورت سے پڑ جائے تو آپ کو یہ قبول کرنا ہوگا کہ وہ سخت ہے اور اس کی اپنی رائے ہے، اس کے اپنے مقاصد اور عزائم ہیں، وہ بنا سوچے سمجھے آپ کی جی حضوری نہیں کر سکتی، اپنی تذلیل برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ جتنی جلدی اس حقیقت کو تسلیم کر لیں گے آپ کے حق میں اتنی ہی بہتری ہوگی۔

()()()()()()()()()()

نا قابل تسخیر عورت مرد کی انا پر ایک تازیانہ بن کر لگتی ہے۔

()()()()()()()()()()

اس معاشرے میں میرے اطراف مرد ہی مرد ہیں مگر حقیقتاً ان میں سے ایک بھی مرد نہیں ہے مردوں نے جب سے مرد بننا چھوڑ دیا ہے عورت بیچاری کو ہی مرد بننے کی اضافی زمہ داری نبھانی پڑ رہی ہے۔

()()()()()()()()()()

مرد گھات پہ بیٹھا شکاری ہے لیکن اگر اس کے شکار میں شریف عورت آجائے تو وہ بدمزہ ہو جاتا ہے بوریت محسوس کرتا ہے اور جلد ہی اکتا کر نئے شکار پر گامزن ہو جاتا ہے عورت کی ادائیں اور جسمانی خد و خال اس بھیڑیے کو اپنی جانب مائل کرتے ہیں وہ باہر اپنے لئے حسین محبوبہ اور گھر میں باپردہ بیوی کا طلب گار ہوتا ہے اس بات سے یکسر ناواقف کہ مکافات عمل اک اٹل حقیقت ہے۔

()()()()()()()()()()